

رُباعیات قدسی

منکر

حقائق آگاہ معارف دستگاہ حضرت مرشد عالم پیداسد الرحمن قدسی

اعلیٰ الشہ مقامہم

مطبوعہ

لطیفی برقی پریس دہلی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

مقدمہ

(از مولوی عبیدُ الرَّحْمٰن صاحب ایم۔ اے، ریسرچ اسکالر لکھنؤ یونیورسٹی)
اصنافِ سخن میں سب سے زیادہ نازک اور مشکل چیز رباعی ہے، اور اسی کے ساتھ
سب سے زیادہ دلکش و موثر بھی ہے۔

نازک اور مشکل تو اس لئے ہے کہ اساتذہ عروض نے رباعی کے اوزان و بحر
سب سے الگ رکھے ہیں جس سے اس کی ایک مستقل اور جداگانہ صنف ہو گئی ہے۔
یہ اوزان و بحر اس قدر نازک اور مشکل ہیں کہ خفیف سی لغزش بھی دائرہ سے باہر
ہو جاتی ہے، بڑے بڑے کہنے مشق بھی آسانی سے رباعی پر قابو نہیں پاسکتے۔ عام
طور سے تو رباعی کا موزوں کرنا کجا صحیح طور سے پڑھنا بھی سہل نہیں ہے۔

دلکش و موثر اس لئے ہے کہ چار مصرعوں میں ایک مکمل موضوع نظم ہو جاتا ہے اور چونکہ رباعی کی صنف کچھ ایسی ہے کہ اس میں رطب و یابس مضامین اور بے فربہ خیالات سما ہی نہیں سکتے اس لئے بھی مقابلہ دیگر اصنافِ سخن سے زیادہ شیریں، مفید، اور معنی خیز ہے۔

حکیم رودکی تو رباعی کا موجد ہی تھا مگر قاضی، ظہیر فاریابی، خواجہ حافظ، سرمد، خواجہ کرمانی، جامی، عطار، اور شیخ سعدی نے بھی اس نازک صنف کو ہمیشہ حقائق و معارف اور واردات و معاملات کے اظہار کا ذریعہ بنایا۔

شیخ ابوسعید اور عمر خیام کی رباعیاں بہت مشہور ہیں، ابوسعیدؒ کی رباعیاں صوفیانہ رنگ میں ہیں اور عمر خیام کی رباعیاں فلسفیانہ۔

اردو میں اکبر و حالی رباعی کی طرف میلان رکھتے تھے چنانچہ رباعیاتِ اکبر اور رباعیاتِ حالی شعر و ادب کی جان ہیں۔

ہمارے مخدوم حضرت مرشدنا سید اسد الرحمن قدسی مدظلہ العالی نے بھی اپنے وارداتِ قلبی کے اظہار کے لئے رباعی کو پسند فرمایا ہے، حضرت مخدوم مدظلہم کی رباعیاں نہ تو صوفیانہ رنگ میں ہیں اور نہ فلسفیانہ، بلکہ حکیمانہ و عارفانہ رنگ ہے، حقیقت

و معرفت کے اسرار کچھ ایسے موثر پیرائے میں بیان فرمائے ہیں جو دل میں اتر کر قلب و روح کو مسخر کرتے ہیں، زبان کی سلاست و شگفتگی کو دیکھ کر بے ساختہ سبحان اللہ زبان پر آ جاتا ہے، بیان کی سادگی اور طرزِ ادا کی دلچسپی محو حیرت کر دیتی ہے بعض رباعیاں تو بار بار پڑھ کر بھی طبیعت سیر نہیں ہوتی، جس طرح روحانی معاملات و حالات کے لئے ذاتِ گرامی ایک سرمایہٴ تسکین و طمانیت ہے اسی طرح حضرت مدظلہ کی خوش فکریاں اور شیریں نوائیاں ادبی خزانہ کو مالِ مال کئے ہوئے ہیں، طبیعت کی جودت اور ذہانت کی تیزی حضرت اقدس کا خداداد حصہ ہے۔

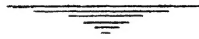
یہ رباعیاں بے شبہ درسِ معرفت و حقیقت ہیں، گم کردہ راہوں کے لئے حضرتِ حقیقت اور تلاشِ حق کے مسافروں کے لئے منزلِ مقصود ہیں۔

نادر تشبیہات اور پاکیزہ استعارات میں حُسن و عشق کی داستان، محبت کی زبان سے بیان فرما کر روح میں تڑپ پیدا کر دی ہے، یہ رباعیاں ایک والہانہ کیفیت کی حامل ہیں، حضرت اقدس مدظلہ کی معرفت سرائی کسی زاہد خشک کا وعظ نہیں بلکہ ایک سرسبز خم خانہ حقیقت کی وہ کیف افزا صلائے عام ہے جس سے دل بے اختیار ہو جاتا ہے۔
زہے سعادت کہ مجھ پہنچ میر زکو یہ چند سطریں لکھنے کا شرف نصیب ہوا، امید ہے

اہل درد اصحاب اس سرچشمہ فیض سے تمتع وافر حاصل کر کے اپنے ذوق کی تشنگی کو
سیراب کریں گے۔

المذرب العزت حضرت مخدوم غلام محمد کی ذات گرامی کو صحت و سلامتی
کے ساتھ قائم رکھے۔

حلقہ بگوش خادِم
عُبَید



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کیسے سنہ سے بیان ہو وصفِ شانِ مہبود
 ممکن نہیں، ہو سکے شبلی محدود
 کیا جلوہ حق ہے آشکارا قدسی
 جس سمت نظر اٹھائے دیکھو موجود (۱)

وہ رحمتِ ذوالجلال پائی نیچے
 جس کی نہ کہیں مثال پائی نیچے
 کیوں ناز نہ ہو اپنے مستِ ربِ مجھے
 کیا دولتِ لازوال پائی نیچے (۲)

(۳)

سرکارِ دو عالم میں خلائق کے امام
پروردانہ ملک سے بھی اونچا ہے مقام
پیشانی پر تہہ کس نے پایا تہی
پہنچا دیا مخلوق کو خالق کا پیام

— ﴿﴾ —
عالم ترا مدح خواں ہے اللہ غنی

گھر گھر ہی داستان ہے اللہ غنی
قدسی کو نوازا ہے نوازش نے تری
کیا رحمت بیکراں ہے اللہ غنی

(۴)

(۵)

سرکارِ دو عالم میں کہ ہر تاباں
اصحابِ شایوں کی طرح سے نشان
ازواجِ مطہرات ماںِ مسلم کی
اور آلِ نبی سے ہے سٹوڑیاں

— ﴿﴾ —
ذی رتبہ نہ سر بلند بن کر آئے

جو آئے وہ مستند بن کر آئے
دربارِ مدینہ ہے مقاصد کی کلید
اس درپے تو درد مند بن کر آئے

(۶)

(۷)
 انوارِ الہی کا تجلی دیکھو
 افلاک پر تاروں کا بکھرنا دیکھو
 مغل میں فرشتوں کی بھی پہنچو تھی
 اللہ کی قدرت کا تماشا دیکھو

— ﴿﴾ —
 روحانی مقاموں کو نہ پایا تو نے
 اس بادی عالم ہی کو دیکھا تو نے
 مانا کہ خدائی کا خلاصہ ہے تو
 خود اپنی حقیقت کو نہ سمجھا تو نے

(۸)

(۹)
 یہ نغزِ شبنم گنگوئے مستانِ عشق
 یہ شورشِ بادِ ہوائے دیوانہ عشق
 شبنم آئینہ دل ہے محبوبیت
 یہ تابشِ جلوہ، سوئے ویرانہ عشق

— ﴿﴾ —
 عشقِ پیانہ دل
 پر کن ز شرابِ عشقِ پیانہ دل
 از حسنِ بجاہِ زیب ویرانہ دل
 و ز کمرو فریبِ نفس و شیطانِ بگذر
 مہاپاک شود ز تیرگی خانہ دل

(۱۰)

(۱۱)

در میکده چندان که فروغ است بجای
آزوده شود او که نه بیند
ہرگز نہ رسد بدست جائے و سب
تا دست نہ کے بدست گیر نہ کے

— «(*)» —

ہاں عشق کو سینہ سے لگالے قدسی
دل نور سے معسور بنالے قدسی
ہر سانس میں آواز ہو اللہ اللہ
خوشبو ہی رگ رگ میں بسالے قدسی

(۱۲)

(۱۳)

دل میں جو ذرا گداز پیدا کر لوں
ذوق ہو پس نماز پیرا کر لوں
خود میری جبیں ہو سجدہ گاہ عالم
اسے کاشش میری باز پیدا کر لوں

— «(*)» —

کرنا ہے تو اپنی آنکھ بین کر لو
توبہ کر لو گنہ سے توبہ کر لو
ہو جائیں گی شکلیں کسی دن آساں
اپنے اللہ پر بھروسہ کر لو

(۱۴)

(۱۵)

میرے اللہ نے ہی غفٹاری کی
 سچ تو یہ ہے کہ ناز برداری کی
 خالق کے سوا کسے بناؤں معبود
 آئید رکھیں نہ بت پرستاری کی

————— ﴿﴾ —————

اسے شیعہ تجلی ترا پروانہ ہوں
 تو حسن ہے اور میں ترا دیوانہ ہوں
 بن جاؤں نہ کیوں شعلہ میں خود ہی قادی
 خوشنیک کی تابش سے تو بیگانہ ہوں

(۱۶)

(۱۷)

من بندہ یک حسن تحقیقی ہستم
 دور از ہمہ آفات مجازی ہستم
 محبوب بہ دل جلوہ طراست مدام
 از دوستہ رقیب خالی ہستم

————— ﴿﴾ —————

ہر چند کہ از آل محمد ہستم
 وز علم و کمال و فضل ہم پر دستم
 با این ہمہ افتخار با فخر سے نیت
 نازم ز شراب عشق او سرمستم

(۱۸)

(۱۹)

اے ازہمہ بیزار و دشمناساز دل
اے باخبرے زکاروان و منزل
از باغب جبریں تراچہ کارے و چہ سود
رُو رُو کہ بدستِ تستِ حلّ شکل

————— ﴿﴾ —————
صندوقِ بزمِ شادمانی تو ہے
تسلیم کی کیفیتِ زارِ روانی تو ہے
ہرگز و گل تر ہے شجھی سے رنگیں
ہاں بکشتِ قدرت کی جوانی تو ہے

(۲۰)

(۲۱)

حلّ جن کا نہیں کوئی وہ مشکل ہوئی ہیں
مضمون انا العبد کا حامل ہوں میں
ہر چہ چیز مرے سامنے آئینہ ہے
اپنی ہی تجلّی کے مقابل ہوں میں

————— ﴿﴾ —————
دل دادہ و دلفگار ہسم ہیں ہسم ہیں
باسینہ و اغدار ہسم ہیں ہسم ہیں
ہم روق کوہ و دشت ہم زیب چین
رنگینیِ صربہار ہسم ہیں ہسم ہیں

(۲۲)

(۲۳)

دارم
دارم
داغِ غمِ عشقِ پچھو
تاریکیِ شبِ چو جھگا ہے
یابم ہمہ آفاق و نیابم خیر
درویشم و دل چو بادشاہ دارم

— (۲۳) —
من گاہ بہ ہوش و گہ بہ ہستی ہستم
من گاہ بہ ہوش و گہ بہ ہستی ہستم
من گاہ بہ ہوش و گہ بہ ہستی ہستم
من گاہ بہ ہوش و گہ بہ ہستی ہستم
من گاہ بہ ہوش و گہ بہ ہستی ہستم
من گاہ بہ ہوش و گہ بہ ہستی ہستم
من گاہ بہ ہوش و گہ بہ ہستی ہستم
من گاہ بہ ہوش و گہ بہ ہستی ہستم
من گاہ بہ ہوش و گہ بہ ہستی ہستم
من گاہ بہ ہوش و گہ بہ ہستی ہستم

(۲۴)

(۲۵)

اس درجہ تجلی نے نوازا مجھ کو
ہر چیز دکھاتی ہے تماشا مجھ کو
دورہ سے نمودار ہے دنیا کے ظلم
قطرہ میں نظر آتا ہے دریا مجھ کو

— (۲۵) —
ہر جام میں ہے سرور کس کاشتاری
ہر پھول میں ہے غور کس کاشتاری
ہر شے میں کہاں سے آگئی تابانی
ہر ذرہ میں ہے یہ نور کس کاشتاری

(۲۶)

(۲۷)

جب سے اُسے بے نقاب دیکھا اپنے
 حائل نہ کوئی حجاب دیکھا اپنے
 قدسی یہ بصیرت کی فضا دانی ہے
 ہر ذرہ میں آفتاب دیکھا اپنے

————— ﴿﴾—————
 ہر جلوہ ہے بے نقاب سبحان اللہ
 آنکھوں سے اُٹھے حجاب ماشا اللہ
 دل میں مرے شمع طورِ صغیر ہے
 اک ذرہ ہے آفتاب اللہ اللہ

(۲۸)

(۲۹)

ایں موجِ نسیم ہجے بوئے آنت
 ایں رنگِ بہار موجِ روئے آنت
 اہلِ مینش در دیدہ مردمان
 ہر شے کہ زخود گذشت سوئے آنت

————— ﴿﴾—————
 گویم کہ بہ خواب صد شا دیدم
 رنگِ چمن وہاں گلاب دیدم
 لیکن بہ دل آئینہ بود پیدا دیدم
 ہر آنکہ نہ دیدہ بود پیدا دیدم

(۳۰)

(۳۱)

موجود و وجود رانہ دانند ہمہ
اسکان و وجوب رانہ فہند ہمہ
اطلاق و تقیدات را کئے نامند
تا آنکہ بہ ذات خود پہنچند ہمہ

﴿﴾

ہر رنگ ہے ایک جلوہ میرا قدسی
خوشبو ہے ہر اک پسنید میرا قدسی
میں پر تو حسن ذات ہے پر وہاں
دنیا ہے حسین چہرہ میرا قدسی

(۳۲)

(۳۳)

ہر رنگ گل تر میں تماش دیکھا
ہر قطرہ شبنم میں جی جلو دیکھا
ہر چہرہ غور سے نگاہیں دیکھا
ہر ذرہ میں اک نور جھلکتا دیکھا

﴿﴾

آتم کہ تمام دہرا می بینم
لیکن نہ شناسم آتم تیں
اسے روشنی چشم حقیقت
چہرے کہ نہ دیدہ ام چرامی بینم

(۳۴)

(۳۵)

گزرے ہیں بہت حکیم و داناب تک
لیکن نہ سمجھ میں راز آیا اب تک
ادراک کی کیا مجال منجے سرِ عرض
اپنا ہی نہ بھید جب کہ پایا اب تک

————— ﴿﴾ —————
اے کاش تمہاری بزم تک پہنچوں میں
بجہ کروں نقشِ پا چو پا جاؤں میں
دل میں آتے ہو آنکھ میں بھی آ جاؤ
کافر ہوں جو غیر کو کبھی دیکھوں میں

(۳۶)

(۳۷)

ہر چند کہ اندیشہ فدا کر دم
صد گونہ نظر جہاں آرا کر دم
جز سوشنگی نیافت پروانہ دل
رہے بجوالی شہر رہا کر دم

————— ﴿﴾ —————
ہرگز نہ تمنائوں سے بیگانہ بنے
چاہوں تو یہ دل رشک پری خانہ بنے
اِس کعبہ کا سنسان ہی رہنا اچھا
آباد یہ ہو جائے تو بُت خانہ بنے

(۳۸)

(۳۹)

اے حسن سراپا ترا دیوانہ ہوں
تو شمع ہے اور میں ترا پروانہ ہوں
جل جائے نہ کیوں اپنے ہی شعلوں کی
میں عشقِ حقیقی کا چلش خانہ ہوں

—————
»(*)«—————

ہر جلوہ تھا اک چین جلو اجمکو
ہر شکل تھی مثلِ نیکی اجمکو
ہر سانسے دنیا کے رہا یوں قدسی
دنیا کی ہنگاموں نے نہ دیکھ اجمکو

(۴۰)

(۴۱)

گذرا ہوں تہ و مہر کی دنیاؤں سے
بندوں سے ملا کبھی نہ آقاؤں سے
چھایا ہوں ہر اک فضا میں قدسی، لیکن
سایہ کی طرح چلا نہیں پاؤں سے

—————
»(*)«—————

خوشبو سے مری کہ لٹھے لاکھ جہاں
ہیں پھر بھی حقیقتیں حقیقت میں نہاں
نسبت ہے تو کچھ برگِ خناسے اجمکو
ظاہر سے نہیں ہے رنگِ باطنِ عیاں

(۴۲)

(۴۳)

کو ہے ہستم مگر جس بار سے نیت
آنم کہ مراد دہر غفار سے نیت
این مسند فقر جلوہ افروز ز من
بادولت و مال و زر سر و کار سے نیت

»(*)«

ہر چند ز زمان و آب بے غم ہستم
وز رنج تبان شوخ ہم بے دستم
با این ہمہ بے تعلقی ناز سے نیت
نازم کہ یاد کردن کبر حق مرستم

(۴۴)

(۴۵)

ہر چند کہ حرفا گرفتند ہم
خاکہ معانیم نہ فہمند ہم
ذوقی کہ ہفتہ بود در خاطر ہم
افسانہ من ازاں شنیدند ہم

»(*)«

خوشتر ہے تو حسن کا فسانہ، سن لو
دلکش ہے تو عشق کا ترانہ، سن لو
بن زلیت کا لطف ہے تو یہ ہے، اور نہ
خود زلیت ہے موت کا بہانہ، سن لو

(۴۶)

(۴۴)

وقفِ بگمہ ناز ترا کیا کہن
صرتِ غم غماز ترا کیا کہن
ہیں حسن کے انداز نمایاں تجھ میں
اسے عشقِ فنوں ساز ترا کیا کہن

.....(*).....
دیا میں کہیں ہے نہ وہ کُہا میں ہے
صحرا میں کہیں ہے نہ وہ گلزار میں ہے
کر جان کا سودا جو خسہ پیرا ہے تو
یوسف ہے تو بس عشق کے بازار میں ہے

(۴۵)

(۴۶)

بروزہ یہ دوستے بیابانے ہست
ہر گلِ بر لطفے گلستانے ہست
اسے عشقِ عجب شعلہ کاری والہ
ہر قطرہ بہ جوشِ گریہ طوفانے ہست

.....(*).....
اسے حُسنِ فنوں طراز بس کر بس کر
اسے عشقِ جنوں نواز بس کر بس کر
دل تھا وہ شکار ہو چکا پہلے ہی
اسے چشمِ نشانہ باز بس کر بس کر

(۴۷)

(۵۱)

عشق کو ب خاک بسر دیتے ہیں
 با حالِ تباہ و چشمِ تر دیتے ہیں
 لیکن کوئی ان کا حال ہم سے پوچھے
 جلوے نظر آتے ہیں جیسے دیکھتے ہیں

— ﴿*﴾ —
 سچ ہے کہ باغِ حسنِ لائانی ہے
 لیکن چینِ عشق بھی کب فانی ہے
 کہتے ہیں اُسی کو دلِ دہی دل ہے
 جس دل میں محبت کی فراوانی ہے

(۵۲)

(۵۳)

یہ ذوقِ نیا یہ ساز و ساماں ہے نیا
 یہ رنگِ انوکھا ہے یہ اراماں ہے نیا
 عشق کے دل اور اُن میں دلِ غمِ عشق
 یہ پھول نئے یہ چمنستان ہے نیا

— ﴿*﴾ —
 جو درد ہے دل میں وہ چمکنے والا
 چھالا ہے جو دل میں وہ چمکنے والا
 سر و ہاں پھر بھی ہر طرح میں قدسی
 اک دن ہے گلِ عشق چمکنے والا

(۵۴)

(۵۵)

جب دل میں ڈھینگا درد دریاں ہوگا
سرمایہ غم شایع ایساں ہوگا
صورت مرئی بن جائے گی آن کی تصویر
یوں عشقِ حسین تر نمایاں ہوگا

﴿*﴾۔

دنیا کا نہ مرتبہ نہ دولت اچھی
اچھی ہے اگر تو بس محبت اچھی
ہوں عشق کا دیوانہ بہت اچھا ہوں
میری تو یہی خراب حالت اچھی

(۵۶)

(۵۷)

کیونکر کہوں، عز و جاہ والے اچھے
کیونکر کہوں، سچ کلاہ والے اچھے
ہے دولت و مال بادشاہوں میں، تو
ان سے تو دلِ تباہ والے اچھے

﴿*﴾۔

جو سوزِ محبت سے جلے، دل ہے دی
جس میں ہو بیانِ حسنِ محفل ہے دی
یہ قول ہمارا یاد رکھنا قدسی
جو عشق میں دیوانہ ہو غافل ہے دی

(۵۸)

(۵۹)

کچھ لوگ اسے شراب سمجھتے تھے
 کچھ لوگ اسے غدا سمجھتے تھے
 سبھا کر کے جس کی جو سمجھ میں آئے
 ہم عشق کو آفتاب سمجھتے تھے

.....
 قلب نگاہ شاد و گہ مخزن است
 تشویش مکن کہ حال دنیا چون است
 پیش آنکہ فنا شوی نفس شود در عشق
 امراض حیات را ہیں می چون است

(۶۰)

(۶۱)

در عشق ہزار بگانی دیدیم
 ناکامی دل بہ کا مرانی دیدیم
 آئنے از وصل فراتے خوشتر
 صد گونہ الم بہ شادمانی دیدیم

.....
 ممکن ہے کہ خار زار گل زار بنے
 ممکن ہے کہ لے شمر شمر وار بنے
 آسان نہیں راہ عشق کے کر لینا
 جب تک نہ محبت میں دل اٹکار بنے

(۶۲)

(۶۳)

جستابی دل کی پائمالی کر دے
یعنی غم و اندوہ سے خالی کر دے
دکھلا کے نظر نواز جلو سے اپنے
اسے حسن! دباغ عشق عالی کر دے

————— ﴿﴾ —————

آء دل کو مرے وقفِ محبت کر دے
ہر رخ کو میرے حق میں راحت کر دے
افکارِ دو عالم سے مجھے دے کے نجات
دوزخ کو مرے واسطے جنت کر دے

(۶۴)

(۶۵)

پر دے سے اُنھیں سامنے لاؤنگامیں
برقِ رخ روشن سے اٹھاؤنگامیں
مشتاق ہوں مشتاق بھی کامل مشتاق
پھر شمعِ سحرِ طور جلاؤں گامیں

————— ﴿﴾ —————

گو سوزِ محبت نے بہت کچھ چھوڑا
ختم کر سہرا پا کو جلا بھی ڈالا
جنتِ توہی ہم کو مگر دوزخ میں
تھا قلب میں پوشیدہ نقور اُس کا

(۶۶)

(۶۷)

جو دل کہ محبت کا وطن بن جائے
 نہایتِ حسن سے دھن بن جائے
 عشاق کے داغِ بے غم کیا کہنا
 کھل جائیں جہاں یہ گلِ چین بن جائے

————— ﴿﴾ —————
 جب عشق نہیں تو ہوش کھو گیا
 جب درد نہیں تو دل سے رون گیا
 وحشت ہی نہیں تو کوہِ وحشر کس کے
 دامن ہی نہیں تو چاک ہونا گیا

(۶۸)

(۶۹)

اُمیدِ کرم میں ہاتھ اٹھانا گیا
 ہر گام پہ پاؤں ڈمگانا گیا
 یہ نالہ یہ آہ یہ فغاں کیا قوی
 راہِ الفت میں لڑکھانا گیا

————— ﴿﴾ —————
 بے بادہ جو حاصل ہو وہ مستی کیسی
 بے رُوح نظر آئے وہ مستی کیسی
 وحشت میں خیالِ راہ و منزل کس کا
 اسے عقلِ غلط پوشا یہ پستی کیسی

(۷۰)

(۷۱)
 تو قیر بڑھی ہے کیسی کیسی گلی کی
 تعمیر بنی بنائے غم پر دل کی
 کہتے ہیں اسے بہت مردانہ عشق
 منزل ہی پر لے گئی طلب منزل کی

..... ﴿(*)﴾
 مطلوب ہے ذوق بے نیازی کے لئے
 طالب، شوق وفا طرازی کے لئے
 قدسی غم عشق ہے مقام رفعت
 اور عقل ہے شانِ امتیازی کے لئے

(۷۲)

(۷۳)
 طالب، دنیا میں ہے منانے کے لئے
 دنیا، طالب سے رُوٹھ جانے کے لئے
 میں زیت سے اب تو ہاتھ اٹھا کر قادی
 پیٹھا ہوں اجل کو آزمانے کے لئے

..... ﴿(*)﴾
 آ، اے اجل آ، کون اب اس طرح ہے
 دل خوں ہو مگر آنکھ سے آنسو نہ ہے
 مجبوری جذباتِ محبت، ہے کیا
 رونے کے لئے ہوں نہیں منہ کیلئے

(۷۴)

(۱۵)

کہتا ہوں زباں سے کچھ توڑتے ڈرتے
مضبوط ہوا ہوں ضبط کرتے کرتے
آئینہ عبرت ہے مرادم مرتے مرتے
دل مار کے سچ گیا ہوں مرتے مرتے

————— ﴿﴾ —————

دل میں مرے پیچ و تاب آیا نہ گیا
جھگڑے کا مجھے حساب آیا نہ گیا
اس شان سے سینے عمر کا ٹی تہی
گویا کہ کبھی شباب آیا نہ گیا

(۱۶)

(۱۷)

مطلب کی صدا پر ہم تن گونش ہے
گویائی کے مضمون پر غاوش ہے
دیکھا تو نہ دیکھنے کا منظر تہی
ہم ہوش میں آئے بھی تو ہوش ہے

————— ﴿﴾ —————

راتیں گزری ہیں آہ کرتے کرتے
اک عمر ہوئی نیاہ کرتے کرتے
افسوس انھوں نے قدر دانی ہی نہ کی
دل ٹوٹ گیا ہے چاہ کرتے کرتے

(۱۸)

(۷۹)

برباد گئیں تمام آہیں میری
کھل کھل کے ہوئی ہیں بند راہیں میری
وہ آٹھ پہر سانسے آنکھوں کے رہے
پھر بھی نہ ہوئیں سیر نگاہیں میری

————— ﴿﴾ —————
پہنے نہ کیا نالہ شب گہر کبھی
خاموش رہا ہر اک بلا بھی جھیلی
پٹنے کہ اسی حال میں دُغم توڑ دیا
لیکن نہ کبھی زباں پہ آفت یک آئی

(۸۰)

(۸۱)

ہے صرف یہ قیمت کی سیما ہی میری
ہاں ہاں، یہ نہیں ہے کم بچا ہی میری
گو پیار سے لاکھ بار دیکھا تم نے
کام اپنا کیے گئی تباہی میری

————— ﴿﴾ —————
بلے چین رہے فراق کی راتوں میں
پائیں نہ فراغتیں ملاقاتوں میں
اور زلیست کے دن گزر گئے یوں قدسی
علیے شب وصل کٹ گئی باتوں میں

(۸۲)

(۸۳)

دم بھر کی خوشی سے آہ بھرنا بہتر
ہر لحظہ خدا سے اپنے ڈرنا بہتر
پیکار ہے زندگی تھکارتی قدسی
چینے سے ہزار درجہ مرنا بہتر

..... ﴿﴾
از زلیت بہ مرگ آرمیدن اولی
از وادی پُرفضایمیدن اولی
در دیدہ ظاہری چہ آید قَدسی
از دیدن یک دے نہ دیدن اولی

(۸۴)

(۸۵)

پنی کہ پیکر روزگار ندہم
با خواہش نفس بدشکار ندہم
پردہ زجبین کارچوں بردار ندہم
مسلوم بود کہ درچ کار ندہم

..... ﴿﴾
نازند شہاں بہ مایہ نخت دکلاہ
مغرور شدہ بہ سائہ فوج و پاہ
اٹا چیز سے نیافتند از دنیہ
مژگور کہ ہست بہر شاں جائے پناہ

(۸۶)

(۸۷)

عبرت کا مقام ہے جہانِ محسوس
ہوتا ہے خوشِ صبحِ ہر خانوس
رہتا نہیں اس جہانِ فانی میں کوئی
افسانہ ہے آج قطعہ دنیاؤں سے

﴿(*)﴾۔

ہوں کان تو سن پاک کہانیِ قدسی
ہے شمعِ سحرِ جہانِ ثانیِ قدسی
آنکھیں ہوں تو دیکھ لے جدھر جی چاہے
مغوشِ اجل ہے زندگانیِ ثانیِ قدسی

(۸۸)

(۸۹)

ہوں تیرے عیشِ جاودانی کے لئے
یا کوئی دعا ہو عجمِ فانی کے لئے
پکیا کہ شباب تو جنوں میں کھویا
روتے پھرتے ہیں اب جوانی کے لئے

﴿(*)﴾۔

بچپن فانی تری جوانیِ ثانی
فانی ہے تمام زندگانیِ ثانی
اللہ سے تو لگا کہاں کی دنیائے
باقی باقی ہے اور فانیِ ثانی

(۹۰)

(۹۱)

فانی تھیں کہتے ہیں فن کو ڈھونڈو
کیوں زیت پر مرتے ہو قضا کو ڈھونڈو
سرگرمی جستجوئے دنیا ہے عبث
ڈھونڈو تو فقط اپنے خدا کو ڈھونڈو

————— ﴿﴾ —————
کیوں منع کروں قصر بنانے کے لئے
تیرا نہیں وہ تو ہے زمانے کے لئے
ہاں، منکر لحد کی لازمی ہے قسری
آئی ہے بدن میں جان جانے کے لئے

(۹۲)

(۹۳)

دارا ہی رہا نہ جم نہ ہے رومانوس
کبھی ہی رہا نہ تھے نہ ہے کیا کوس
شاہانِ فلک نشان ہوئے سب نابود
نادر ہی رہا نہ اُس کا تخت طاؤس

————— ﴿﴾ —————
دل میں روشن چراغ ایساں کرلو
عقبی کے لئے بھی کوئی اسماں کرلو
گنتی کے ہیں زندگی کے دن دنیا میں
جتنا جینا ہو زیت اسماں کرلو

(۹۴)

(۹۵)

اسے خاک نشیں بلند و بالا ہو جا
پستی سے مکمل ٹھک کا تارا ہو جا
دنیا کا اسپر تو کسے کیا پائے گا
ہو جا ہو جا فقط خدا کا ہو جا

— ﴿﴾ —

آنا تکہ اسپر جس چوں جوان اند
درف کی طلا و نقرہ بس چیران اند
ہر چند نیافتند خیرے از دہر
لیکن ہمہ روز شب ہاں خوابان اند

(۹۶)

(۹۷)

دنیا کو وہ نازنین دیکھ اپنے
ایسا نہ کوئی حین دیکھ اپنے
سپیں ہے بدن گمر ہے شعلہ آگین
اس برت کو آتشین دیکھ اپنے

— ﴿﴾ —

سو کھن دکھا رہی ہے دنیا سب کو
مشتاق بنا رہی ہے دنیا سب کو
عقوبی کا خیال بھی نہ آئے قتر سی
وہ کام کھا رہی ہے دنیا سب کو

(۹۸)

(۹۹)

دنیا میری نظروں سے گرا دے یارب
دیوانہ حقیقت کا بن دے یارب
سمت ترا جلوہ بکت دیکھوں
آنکھوں سے حجابات اٹھا دے یارب

— ﴿﴾ —
توبہ توبہ توبہ

کس کام کی آہ درد توبہ توبہ
دل اور رہیں درد توبہ توبہ
دنیا کی ہوس کا میل کیا غافل
عورت کا قریب مرد توبہ توبہ

(۱۰۰)

(۱۰۱)

ہر ایک کو دنیا میں ہے دنیا کی تلاش
یا اس سے ذرا ہٹ کے ہے سچی تلاش
لیکن میری فطرت کو ہمیشہ تیری
ہے توبی احساسِ تنہائی کی تلاش

— ﴿﴾ —
انسانی کا

میں صید نہیں فطرت انسانی کا
پابند نہیں خواہش انسانی کا
کافی ہے فقیری کی چٹائی قدوسی
طالب نہیں اورنگِ سلیمانی کا

(۱۰۲)

(۱۰۳)

راحت مری روح کی گرا خجانی ہے
سرمایہ دل بے سرو سامانی ہے
قدسی جسے بوریا سمجھتے ہیں سب
در اصل وہی تخت سلیمانی ہے

— ﴿﴾ —

ازبکہ توکل است پیرایہ من
بے برگ و بلے نوائی سرایہ من
جز من بہ قرین من نہ باشد چرے
ہمسایہ من بود ہمیں سایہ من

(۱۰۴)

(۱۰۵)

ناز م کہ خند داد مرا تخت و کلاه
پیشِ نظرم نیست آہں جانکاه
گاہِ نگذشت در دل من غمِ دوش
بارانِ نوازشات شد شست و پناہ

— ﴿﴾ —

اللہ کی رحمتیں بہت برسی ہیں
بے حد و حساب نعمتیں بخشی ہیں
ہیں بارِ آب اور پھر بھی پیاسے
انساں بھی عجب طرح کے چھٹیل ہیں

(۱۰۶)

(۱۰۷)

بے تاب کو تاب کون دے گا قدسی
بے نشہ کو آب کون دے گا قدسی
اللہ کو بس پکارتا جا دل میں
رستے میں جواب کون دے گا قدسی

»﴿﴾«

نکین دل حزیں عطا کر مجھ کو
تصویر کوئی جسیں عطا کر مجھ کو
ویران پڑی ہوئی ہے جاں کی بیتی
خالی ہے مکاں مکین عطا کر مجھ کو

(۱۰۸)

(۱۰۹)

پردہ رُخِ زیبا سے اٹھا دو اب تو
پیتاب ہوں صورت ہی دکھا دو اب تو
بے نورِ نظر آتا ہے ویرانہ دل
نکین کی تدبیر بنا دو اب تو

»﴿﴾«

بے کو تو فخر کے بنے دعوے دار
لیکن ہے گدگری میں کچھ شرم نہ عار
اللہ سے جو مانگئے مل جاتا ہے
پھر غیبر کے در پہ چین کھڑے ہوں بیکار

(۱۱۰)

(۱۱۱)

صوفی کا یہ انجذابِ موقی ہے سود
ملا کا طریقِ کار بق بق ہے سود
کچھ اور میں معرفت کی باتیں قدسی
یہ بحث فلاسفہ و منطق ہے سود

— ﴿﴾ —

فطرت ہی کا نام دوسرا ہے تقیہ
قیمت کو سمجھ سگدہاں تدبیر
قانون بدل جائے پس ممکن ہی نہیں
تنظیم جہاں ہے اک مسلسل زنجیر

(۱۱۲)

(۱۱۳)

تقدیر نے کی نہ پاسبانی میری
برباد ہوا، مٹی جوانی میری
دنیا میں ہوا کہیں نہ چرچا میرا
بچے نہ مٹنی کہیں کہانی میری

— ﴿﴾ —

ہر چیز کو بیگانہ ہی بن کر دیکھا
دیکھا ہے دیوانہ ہی بن کر دیکھا
عالم کو مگر ہم نے نہ دیکھا قدسی
افسانہ کو افسانہ ہی بن کر دیکھا

(۱۱۴)

(۱۱۵)

رکھا مجھے پائمال ہستی صد حیف
معلوم نہ تھا آمل ہستی صد حیف
ہستی کا نہیں وجود پھر بھی تیری
ہے آج بھی انفعال ہستی صد حیف

————— ﴿﴾ —————
یہ دامنِ تر پہ چرگنِ ہی کیسی

یہ داغِ ہی داغِ پتہا ہی کیسی
رودِ رو کے اسے سفید کر دے وقتِ ہی
یہ آنکھ میں مٹی کی کیسی

(۱۱۶)

(۱۱۷)

از دیدہ نہال جلوۂ جانانِ تاکے
قلبِ مغموم و چشمِ گریاں تاکے
چوں صبحِ وطن بہ میں جالشِ قدسی
پیشِ نظرِ شامِ غریباں تاکے

————— ﴿﴾ —————
چیرانِ و پریشاں سے نظر آتے ہیں

کیوں آئینہ سامانی سے گھبراتے ہیں
کس کی یہ نگاہوں کا کرم ہے قدسی
جلووں کی شعاعوں میں گھرے جاتے ہیں

(۱۱۸)

(۱۱۹)

مازند کساں بہ ہاؤ ہوئے پیہم
مازند کساں بگریہ ہائے شبِ غم
آنم کہ جہانِ عشق از من آباد
مازم کہ طوافِ حسنِ کابلِ کرم

﴿*﴾۔

صوفی ز مقامِ دِ حال وابستہ تر
ملا از قبیلِ وقال وابستہ تر
آنم کہ ز حالِ وقال گشتہ نزار
ہستم بہ خیالِ خال وابستہ تر

(۱۲۰)

(۱۲۱)

ہر چند بہت منفید تھی تے نوشی
پھر بھی زندوں نے توبہ کہہ ہی ڈالی
دیکھیں اُس وقت دل کیسی گزرے
جب کالی گھٹا فضا چھپ جائے گی

﴿*﴾۔

پھر دل میں غبار و جوشِ مستی اٹھا
پھر زوقِ نشاط و سہِ مستی اٹھا
تھا میرا ہی منتظر زمانہِ مستی اٹھا
میں کیا اٹھا جہانِ ہستی اٹھا

(۱۲۲)

(۱۲۳)

گلشن میں کھلے ہیں پھول دامن بھرو
موسم ہے بہار کا بہاریں لوٹو
کانٹوں میں کہیں اُلجھ نہ جانا قدسی
داماں کو بچا بچا کے چلنے کیجو

— ﴿﴾ —

دورِ گل و موسم جوانی آیا
روزِ خوش و رنگِ شادمانی آیا
مژدہ باد اے چین کے رہنے والو!
ہنگامِ بہار و گلشنِ فانی آیا

(۱۲۴)

(۱۲۵)

دورِ روز کا فصلِ گل کو مہاں دیکھا
کچھ دیرِ عینِ دل کو غزلِ خواں دیکھا
پایا تو خزاں کا دورِ دورہ دیکھا
دیکھا دیکھا ترا گلستاں دیکھا

— ﴿﴾ —

تاکے بہ چمن بہارِ دیدن بس بس
تاکے گلِ رنگِ رنگِ چیدن بس بس
اپنی چیت کہ بہ بہارِ بکلیہ کردی
تو آمدہ براے رفتن بس بس

(۱۲۶)

(۱۲۷)

ابن ذوق وصال یار آخر تا کے
وین شوق نشاط کار آخر تا کے
پہنچی کہ خزاں رسیدہ باشد روزے
قدسی بہ چین بہار آخر تا کے

————— ﴿﴾ —————
اسے دل طلب نشاط فانی کب تک
ہنگامہ عہد شباب دانی کب تک
ہمچند خراب شوق کیف و نغمہ
پہنچی یہ فریب نوجوانی کب تک

(۱۲۸)

(۱۲۹)

اب دل میں کہاں وہ گرجی شبنم کے مزے
ہمو کا عالم ہے اور خوشی کے مزے
کچھ غزلت ہے اور یاد مولیٰ
میں ہوں اور میری جان فروشی کے مزے

————— ﴿﴾ —————
ہر لفظ میں نغمات جوانی توبہ
پھر اس پر محبت کی کہانی توبہ
ہر شعر پر دل رنکین بیانی توبہ
توبہ مری رنگین بیانی توبہ

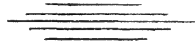
(۱۳۰)

نہ سدا
 کیا خوب رُباعیاں یہ جہت میں
 موضوع لطیف و سیرِ تہ میں
 خوشبو سے مہک رہی ہے بزمِ شہرا
 دلکش میں نظر فریب گلدستہ میں

ضمیمہ

اصلاحی و اخلاقی رُباعیاں بھی مختلف مضامین سے چن کر اپنے جمع کی تھیں جن کو اس مجموعہ میں بطور ضمیمہ شامل کر دیا ہے۔ افسوس ہے کہ یہ ذخیرہ تمام و کمال جمع نہ ہو سکا، انشاء اللہ طبع ثانی میں یہ مکمل مجموعہ شامل ہوگا۔

ایرار



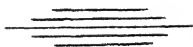
رباعی
ہر روز نیا سنا فسانہ تم نے
دیکھا بدلا ہوا زمانہ تم نے
پھر بھی رہیں بند ہی تمہاری آنکھیں
خود ہی اپنے کیا نشانہ تم نے

(۱۳۱۱ء)

رباعی

آپس میں بھی رشتہ اُتوت توڑا
بندے ہیں گویا سے منہ بھی موڑا

یہ شوق تباہیوں کا توبہ توبہ
اپنی قیمت کو اپنے ہاتھوں پھوڑا
(۳۳۱)



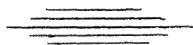
رباعی

بے حس میں نقطہ، یہ بوشِ مٹی کی
غفلت کا اثر ہے، خود پرستی کی

یہ گردشِ انقلابِ دنیا کے دنی
مہنگی چیزیں ہیں آج سستی کی
(۳۳۲)

رباعی

غافل کو نہیں ہے فکرِ تنگ و ناموس
 غفلت نے بنا دیا ہوس کا جاسوس
 ذلت میں پڑے ہوئے ہیں اہل دنیا
 احساس ہی جب نہیں تو کیا ہو محسوس
 (۱۳۵)



رباعی

کیسی ہے یہ پُر فریب سازشِ توبہ
 دنیا میں کون کی ہے خواہشِ توبہ
 مصروف ہیں اپنے اپنے کاموں میں سب
 غم کو توجہ کی ہے کاوشِ توبہ
 (۱۳۶)

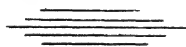
رباعی
 مہیوم و عبث نہیں نظامِ دنیا
 حکمت سے بھرا ہوا ہے کامِ دنیا
 آنکھیں ہوں تو دیکھ ہر طرف جی بھر کے
 مصروفِ عمل ہے خاص و عام دنیا
 (۱۳۱)

رباعی
 ہونا مہیوم و عبث اگر دنیا کیجو
 سایہ سے بھی اپنے آپ لڑنا کیجو
 ہے کام کا وقت کچھ دکھاؤ کر کے
 سستی نہ کرو ذرا لگونا کیجو
 (۱۳۲)

رباعی

جینا ہے تو مردن کے دنیا میں رہو
اور چھائی ہے بزدلی تو مر ہی جاؤ
یہ کیا کہ دبلے جاتے ہو ہر دشمن سے
بازو کا بھی زور کچھ دکھاؤ لوگوں

(۱۳۹)



رباعی

گو تیرے حادثات کا نشانہ ہو تم
پھر بھی مخلوق میں یگانہ ہو تم
کردار سے بدترین حالت ہی سہی
کہتا ہوں کہ کیتائے زمانہ ہو تم

(۱۴۰)

رباعی
 ہو جویش نہ ملی تو مسلمان کیا
 اخلاص نہ ہو دل میں تو ایسا کیا
 جو خود کو نہ پہچانے وہ انساں کب ہے
 ہو پھول نہ جس میں وہ گلستاں کیا
 (۱۴۱)

رباعی
 تو کام نہ لے کر خشکی سے اپنی
 مایوس نہ ہو خشکی سے اپنی
 ہو جائے گی تیری رستگاری اک دن
 منہم نہ ہو گرفتگی سے اپنی
 (۱۴۲)

رباعی
 اللہ کا نام لے مسلمان ہو جا
 ظلمت سے نکل کے نور ساماں ہو جا
 ہاں جوڑ لے ٹٹا ہوا رشتہ پھر سے
 اے عقل فروش! اب بھی انساں ہو جا
 (۳۴۱)

رباعی
 بے جد و جہاں تیرا جینا کیا
 بے نور و نگاہ دیدہ بینا کیا
 امروزی فکر ہے نہ فکر فردا
 بے کیف شرابِ ناب پینا کیا
 (۳۴۲)

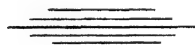
رباعی
 روز روشن سیاہ کرنا سیکھا
 دل کی دنیا تباہ کرنا سیکھا
 اے ہند کے نوجوان مسلم! صد حیف
 کیکھا تو فقط گتہ کرنا سیکھا
 (۱۴۵)

رباعی
 شیطان سے جو بھی ربط کر لیتا ہے
 وہ اپنے واس خطہ کر لیتا ہے
 ہاں، جس کو ملی ہے حق سے دانشمندی
 تدبیر سے خود کو ضبط کر لیتا ہے
 (۱۴۶)

رباعی

راہوں سے خبردار نہ منزل آگاہ

ہے قوم کے ہر فرد کا تیری یہ حال

چھر کیسے کوئی پائے کہیں جائے پناہ
(۴۴۱)

رباعی

اقوام و ملل ہوں متحد ہے اک خواب

اسلام سے وصل کفر آتش درآب

نور و خلقت ملیں یہ ناممکن ہے

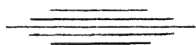
پا پاں زمیں کہاں ، کہاں ہے مہتاب
(۴۴۲)

رباعی
مزدبن اور مردِ سالم بن جب
ہر شے ہو نگاہ میں وہ عالم بن جا
ہوں لاکھ عددوئے جاں تو کیا کہیں گے
پابندی دیں کے ساتھ مُسلم بن جا
(۱۴۹)

رباعی
وہ دل کہ ہے دنیا کی محبت اُس میں
گھر کر گئی حرص مال و دولت اُس میں
کیا کام ہیں آئے وہ کسی کے قتل ہی
ہمت ہی نہ اُس میں ہے نہ طاقت اُس میں
(۱۵۰)

رباعی

مسجد کے نہ قابل ہیں نہ وہ منبر کے
جو آپ بھکاری ہیں زمانہ بھر کے
سادہ لوحوں کو کر رہے ہیں گمراہ
اور دعوتِ اتباعِ سنت کے
(۱۵۱)



رباعی

اک عمر فریبِ اہلِ تقویٰ کھایا
اٹھنے کے لباس میں نہ اچھا دیکھا
دنیا میں نہیں کسی کا کوئی تیری
جس کو پاپا غرض کا بند را پایا
(۱۵۲)

رباعی

دنیا کے ہر رنگ میں دھوکا نکلا

سچے تلخے جے پھول وہ کانٹا نکلا

جانا جسے پارسا بظاہر مینے
جب کام پڑا ریا کا پُشتا نکلا
(۱۵۳)

رباعی

رہبر میں اسیر خود نسا ئی توبہ

غیرت ہے نہ پارس حق شناسی توبہ

تہذیب جدید کی پرستاری ہے
مہینِ قدیم سے ہیں عاری توبہ
(۱۵۴)

رباعی
 سوتے ہوئے فتنوں کو جگا دیتے ہیں
 جاگی ہوئی قسمت کو سلا دیتے ہیں
 مکوس ترقی میں ہوئے ہیں شاق
 خستے ہوئے کاموں کو مٹا دیتے ہیں
 (۱۵۵)

رباعی
 جو لوگ منافق ہیں مسلمان نہیں
 چوہان ہیں چوہان میں انسان نہیں
 دنیا میں وجود ان کا رہے گا جب تک
 آپس کی موافقات کا امکان نہیں
 (۱۵۶)

رباعی
 صیادِ ظلم جی پہننے کے لئے
 آتی ہے بڑی گھڑی نہ ملنے کے لئے
 بنیاد میں جس شاخ کی صیادی ہے
 وہ شاخ نہیں پھولنے پہننے کے لئے
 (۱۵۷)

رباعی
 نہ جانے لگا کس منہ سے سوئے ربِ قدیر
 تر تیرے ثوبتِ پیر
 کیا کھوئی گئی ہے عقل تیری ملحد
 تر تیرا اُجھکا گیا
 اللہ کو چھوڑ کر ہوا ہے دلگیر
 (۱۵۸)

رباعی
 غرق کے سوا نہیں ہے ملک و اموال
 پھر بھی وہ بنے ہوئے ہیں غوث و ابدال
 مستغنی دین و فارغ دنیا ہیں
 ہاتھوں میں ولایت کائے اندرجال
 (۱۵۹)

رباعی
 فیض نہ بنے کوئی نہ فقور بنے
 کیوں اچھ مسرتوں پر مغرور بنے
 تم کام کی زندگی اسی کو سمجھو
 روزی پہی اچھی ہے کہ مزدور بنے
 (۱۶۰)

رباعی
 دامن میں جو عیبوں کو چھپا لیتے ہیں
 سونکیاں وہ مفت کما لیتے ہیں
 یہ کام بڑی ہمت و جرأت کا ہے
 انسان ہی یہ بار اٹھا لیتے ہیں
 (۱۶۱)

ناشر

سید ابرار حبیب مدیر مکتبہ ناصریہ

آستانہ مبارک بھوپال